www.KitaboSunnat.com

التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی وار برٹن

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ[1] مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ فاتحہ مکے میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ[2]

(شروع) اللہ کے نام سے

---

[1] سورۃ الفاتحہ (سورۂ فاتحہ) اس سورت کے اور بھی کئی ایک نام ہیں، زیادہ مشہور فاتحہ ہے۔ سورتوں کے جتنے نام ہیں، سب توقیفی ہیں، یعنی الہامی ہیں۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تجویز کردہ ہیں۔ نبوت کے ابتدائی دور میں مکہ میں نازل ہوئی تھی، اس لیے اس کو "مکی" کہتے ہیں۔

سنہ ولادت کے حساب سے سنہ ۵۴ میں، سنہ نبوت کے اعتبار سے سنہ ۱۴ میں، سنہ ہجری کے لحاظ سے سنہ ۱ھ میں، ۸ ربیع الاول پیر کے دن (۲۰ ستمبر سنہ ۶۲۲ء) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "قبا" نامی گاؤں میں نزولِ اجلال فرمایا: (توقیفات الہامیہ از محمد مختار پاشا مصری، وجدول واقعات عظیمہ متعلق سیرۃ النبی از قاضی سلمان منصور پوری)

بعض نے ۸ کے بجائے ۱۲ ربیع الاول تاریخ نزول تحریر فرمائی ہے، بہرحال ان تاریخوں سے پہلے کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو مبارک دور ہے وہ "مکی" کہلاتا ہے۔ بعد کا مدنی۔ جو آیات اور سورتیں ۸ یا ۱۲ ربیع الاول سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو بعد میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

کہتے ہیں یہ مکی دور تقریباً ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۱۲ دنوں پر مشتمل ہے اس میں کل ۹۲ سورتیں نازل ہوئیں جو پورے قرآن کے دو ثلث کے برابر ہیں اور مدنی دور میں کل ۲۱ سورتیں نازل ہوئیں جو ایک ثلث کے برابر ہیں۔

اس سورت میں آیات (۷) کلمات (۲۷) اور حروف (۱۴۰) ہیں۔ یہ عظیم سورۃ خلاصۂ قرآن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؀ ؀

(جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)

بھی ہے اور قرآنی علم و عمل (صراطِ مستقیم) کے حصول کے لیے ایک دعا اور مناجات بھی۔ اس میں پہلے ہدیۂ عقیدت، پھر عہدِ عبودیّت اور آخر میں توفیقِ عمل کے لیے دعا کرنے کا ایک سلیقہ القا کیا گیا ہے۔ یہ تدریج فطرت کے عین مطابق ہے۔

؀ بِسْمِ اللّٰہِ (اللہ کے نام کے ساتھ) وہ مبارک نام جو نام کی حد تک بھی سراپا برکت ہو اور حصولِ برکت کے لیے ایک پاک اور مؤثر ذریعہ بھی، تو وہ صرف خدا کا نامِ نامی "اللہ" ہے۔ یہ خدا کا اسم ذاتی کہلاتا ہے، باقی سب تعارفی اور صفاتی نام ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ: ہر بھلا کام "بسم اللہ" پڑھ کر کیا کرو، ورنہ برکت جاتی رہے گی۔ بھلا قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی اور چیز بھی بھلی ہو سکتی ہے بلکہ وہ تو خود ہی مبارک کتاب ہے۔ اسے بھی خود اللہ تعالیٰ نے "بسم اللہ" سے شروع کیا ہے تاکہ اس کی برکتیں دنیا کے لیے عام اور آسان ہو جائیں اور دنیا بھی اس "طرزِ آغاز" کے مطابق، اپنے آغازِ کار میں ایسا ہی کرے۔ اس نامِ نامی میں بڑی ہی برکتیں ہیں، کیونکہ وہ "اللہ" ہے۔

دنیا میں اور بھی مبارک نام ہو سکتے ہیں اور ہیں لیکن نام کی حد تک وہ "برکتوں اور رحمتوں" کے حصول کا ذریعہ بھی ہو؟ اللہ کے نام کے سوا اور کوئی نہیں، بخدا! اور کوئی نہیں بس۔۔۔ اس میں راز یہ ہے کہ دنیا محسوسات پر جان چھڑکتی ہے، جو اس سے ماوراء ہو، اسے وہ مان تو سکتی ہے لیکن اس پر قناعت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ جب وہ خدا کو محسوس اور مشہود نہیں پاتی تو "وساطتوں" اور وسیلوں کے چکروں اور بھول بھلیوں میں پڑ کر خدا سے دور تر ہو جاتی ہیں۔ اس لیئے بسم اللہ دے کر بتایا کہ: اگر خدا تمہیں دکھائی نہیں دیتا تو اس کا نام تو تمہارے پاس ہے! پھر فکر کاہے کا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے کے کیا معنی؟

الغرض! بسم اللہ، اس کی وحدانیت اور یکتائی کا اعلان بھی ہے اور اس کے "خوانِ یغما" سے فیض پانے کا ایک حسین ذریعہ بھی۔ سیرالی اللہ، تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کا اظہار بھی ہے اور معیتِ الٰہی کے احساس اور تصور سے لبریز زمزمہ بھی۔

؀ اَلرَّحْمٰن (نہایت رحم والا) یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی (تعارفی) نام ہے جو منفعلی رحمت و رافت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ ایک ایسا بے پایاں اور بے کنار مظہر الطاف و افضال کا ایک ایسا عدد و فراموش سمندر ہے، جہاں امتیاز نہیں، استثناء نہیں، حد نہیں، بس نہیں، محرومی اور تشنگی کا کوئی ذکر نہیں، اپنے اور پرائے کی بات نہیں۔ ساقی کا یہ ساغر رحمت ازل سے گردش میں ہے اور تا ابد رہے گا یہ سبھی کچھ کسی کے "استحقاق" کی بنا پر نہیں ہو رہا، محض اس کے کرم کا نتیجہ ہے۔

کہتے ہیں رحمٰن اور رحیم مبالغہ کے صیغے ہیں، ٹھیک ہے، ہیں! بلکہ یہ بات ہمارے حساب سے ہے، جہاں تک خدا کی بات ہے وہاں یہ مبالغہ، ابتدائیہ سے بھی فاصلے رہ جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی پیرایہ بیان "صفات کمال" کو کما حقہ محیط نہیں ہے اور نہ ان سے وہ دا فر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس معنی میں کہہ سکتے ہیں کہ، ایک شے کے خاصہ کی طرح اس سے اس کی رحمت کا ظہور بے حد حساب اور بے ساختہ ہو رہا ہے۔ بیساختہ کہنا بھی ایک پیرایہ بیان ہے وہ وہ "بے قابو" بھی نہیں ہے کیونکہ وہ خود قدیر ہے۔

سکه الرَّحِیْمِ (خصوصی اور لازوال فضل و کرم اور عنایت والا) یہ بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جو اس امر کا غماز ہے کہ اگر اس کی خالقیت اور ربوبیت عامہ میں کوئی امتیاز نہیں، تاہم جن لوگوں کو اس سے خصوصی تعلق ہے وہ ان کا قدردان بھی ہے، یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہاں حیاتِ طیبہ کی دولت کو ان کے لیے ارزاں کر دیتا ہے اور وہاں (اگلے جہان) خوف و حزن کی گھڑیوں میں ان کا خصوصی مونس اور غمگسار بھی ہوگا۔

الرحیم کے لفظ کی یہ خصوصی حیثیت اس امر کی بھی غماز ہے کہ رحمت و رافت کی یہ بارش وقتی اور جذباتی نوعیت کی نہیں ہے، کیونکہ وہ اس سے پاک ہے، بلکہ ذاتِ سرمدی کی لازوال عنایات کا یہ ایک غیر فانی کرشمہ ہے کیونکہ یہ اس کا خاصہ ہے، دنیا کی ہر فانی حکومت کا بھی یہی دستور ہے کہ گریڈ دے کر پھر اس کو ڈی گریڈ نہیں کرتی، ہاں اگر وہ خود اٹھا کر اسے پھینک دے تو یہ اور بات ہے۔

دو دلوں کے درمیان، پائیدار اور پر کیف تعلق کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاک محبت، نیک خواہشات اور حسین توقعات کی اساس پر قائم ہو، اس میں نباہ بھی ہے اور کیف بھی —— اس لیے لفظ "اللہ" کے ساتھ "الرحمٰن الرحیم" کا اضافہ کیا گیا تاکہ آپ اس سے ڈریں نہیں، اس کی طرف لپکیں۔ کیونکہ وہ نہایت ہی پیار کی شے ہے جہاں اس سے ڈرنے کا ذکر ہے۔ وہ بلا سے ڈرنا نہیں ہے بلکہ محبوب کے روٹھ جانے کے احساس کا نام ہے یا اس کے جمال و جلال کی ہیبت کی بات ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان ہے

یہ بسم اللہ اللہ نے خود پڑھی بھی ہے اور سکھائی بھی ہے۔ یہ دونوں باتیں اس کو سجتی ہیں، کیونکہ وہ اسی کا اہل ہے کہ وہ خود بھی اپنے گُن گائے۔ (کما اثنیت علی نفسك)

ف اَلْحَمْدُ (ہر طرح کی حمد و ثنا) حسن و زیبائش کی دل ربائی کو دیکھ کر ایک جوہری کی زبان سے بے ساختہ جو "واہ وا" نکل جاتی ہے یا بے حد و حساب اس کی کرم نوازیوں پر شکر و امتنان کے جذبہ سے سرشار ہو کر قلب و نگاہ اور زبان سے بے اختیار جو "خراجِ عقیدت" ادا ہو جاتا ہے، کتاب و سنت کی زبان میں اسے "حمد" کہتے ہیں۔ یہ طوطے کی رٹ، دلِ غافل کی صدا، نگاہِ فریب خوردہ اور زبانِ بے ذوق کا وردِ نہیں ہے، جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ دراصل دلِ خبیر، نگاہ نکتہ نواز، وارداتِ پرکیف، عشقِ اداشناس، ذوقِ بیدار اور زبانِ زمزمہ سنج کی ایک ادائے دل نواز ہے۔ لیکن

ع ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

حمد و ثنا کے سارے روپ اور انداز، خدا ہی کو سزاوار ہیں، کیونکہ یہ اس کا حق اور آپ کا فریضہ ہے، وہ تمام صفاتِ کمال، خیر و برکت، جمال و جلال اور حسن و خوبی سے متصف، مالک، داتا اور سرچشمہ ہے، یہ سبھی کچھ اس کا ذاتی اور حقیقی ہے، باقی اور کہیں جتنا اور جیسا کچھ دیکھنے اور سننے میں آتا ہے، وہ سب اس کی "دین، عطا اور بخشش" ہے۔ بالکل عارضی اور مستعار ہے اس لیے پیرایۂ مجاز میں دوسروں کی جتنی تعریف اور توصیف ہو جاتی ہے، وہ بھی دراصل اسی ذاتِ پاک والا صفات کو ہی پہنچتی ہے، کیونکہ وہی ان کا اصل مالک، خالق اور وارث ہے، کون کوئی گھر سے لایا ہے بابا! حضرت امام ابن رجب حنبلیؒ نے شرح اربعین حدیث ۲۲ کے تحت اللہ کی نعمتوں اور بندوں کے حمد و شکر پر جو روشنی ڈالی ہے، پڑھنے کے قابل ہے اور بڑی جاذب ہے۔ لکھتے ہیں: کہ امام ابو عمرو الشیبانی فرماتے ہیں کہ: کوہ طور کی ملاقات میں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: الٰہی! نماز پڑھی، صدقہ خیرات کیا یا فریضۂ رسالت ادا کیا، وہ بھی تو تیری ہی توفیق سے کیا، میں نے خود کیا کیا، تو پھر میرے شکر کے کیا معنی؟ فرمایا: (بس یہ احساسِ ممنونیت ہی) میرا شکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے — یہی جواب و سوال حضرت داؤد علیہ السلام سے ہوا (ص۱۶۷)۔ حضرت امام ابوبکر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ: الحمد للہ کہنا بھی تو اللہ کی طرف سے ایک اور نعمت ہے۔ اس لیے بظاہر جو آپ اس کی حمد کرتے ہیں وہ بجائے خود "واجب الادا" ایک نعمت ہو جاتی ہے، یعنی نعمتیں بڑھیں گی، حمد و شکر کا فریضہ اپنی جگہ آپ کے ذمہ رہے گا، مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے آپ کے اس تھیا کو ہی حمد و شکر سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک گورنر نے ان کو لکھا کہ: رب کی نعمتیں بہت ہو گئی ہیں اور مجھے یہ احساس کھائے جا رہا ہے کہ میرا اہل و عیال اس کے شکر سے قاصر ہے، جواب دیا کہ: میں سمجھتا تھا کہ آپ نے اللہ کو سب سے بہتر سمجھا ہو گا (   ) بندہ پرور جو بھی انعام کرتا ہے، وہ جب اس پر الحمد للہ کہتا ہے، تو نعمت کے مقابلہ میں، اس کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے یعنی وہ جس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرتا، بس تھوڑے کو بہت سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔ گھبرائیں نہیں! (ماحصل ص۱۶۷)

الحمد للہ، کہہ کر اللہ تعالیٰ نے خود بھی اپنی حمد و ثنا کی ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اپنی حمد و ثنا کیا کرتا ہے (كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ) کیونکہ یہ خود ثنائی اسے زیب بھی دیتی ہے، زیب کیا، اپنی تعریف آپ ہی کر سکتا ہے۔ غور کیجیے! خدا ہو کر جب وہ خود اپنی حمد کرتا ہے تو دوسروں کو تو اس سے بھی سوا کرنی چاہیے! — بس اتنی جتنی بس میں ہو، اس کی صحیح شکل یہ ہے کہ زبان سے اس کے گن گائیں اور عمل سے اس کی عبدیت کا ثبوت دیں ماشاء اللہ!

ان حَمَّادُوْنَ میں آپ کا نام لکھ دے گا، جن کا تورات اور انجیل میں بھی ذکر آیا ہے (دارمی)

ے لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا حق ہے) لِ کے معنی استحقاق کے ہیں۔ یعنی حقیقی حمد و ستائش کی مستحق ذات، صرف اللہ کی ذات ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر جاذب اور کوئی نہیں، نہ اس سے بڑھ کر کوئی ان تھک داتا، کارساز اور محسن ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کے نام پر، در در یا بھٹکے پھرے، دنیا اس وقت غیر اللہ سے ناطے جوڑتی ہے، جب باریک بین نگاہ ٹھوکر کھا جاتی ہے، جو نگاہ حسن شناس اس کے حسنِ لایزال اور اس کے بے حد و عد فراموش الطاف و افضال کے مطالعہ میں سدا مستغرق رہتی ہے، یقین کیجیے! وہ نگاہ، غیر اللہ کی خالی اور مستعار چکا چوند کے نظاروں سے ہمیشہ کے لیے فرصت پا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ پوری دنیا میں رہ کر بھی اس سے گریزاں گریزاں دکھائی دیتے ہیں۔

ۓ رَبّ (پالنہار) یہ وہ ذات کریم ہے، جو سامانِ زیست کے ساتھ تدریجی نشوونما اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استحکام کے لیے مناسب مواقع اور فرصت بھی مہیا کرتی ہے۔ بتدریج اس لیے کہ زیست (زندگی، حیات) یک دم اپنے پورے کمالِ زیست کی بھی متحمل نہیں ہے، زندگی ہو کر جو اس قدر کمزور ہو کہ وہ اپنے بوجھ کی آپ بھی بہ آسانی متحمل نہ ہو، وہ اپنے رب کی ربوبیت کی کس قدر محتاج ہوگی یا اس حال میں تھام کر اسے جو ذات کریم چلا رہی ہے، اس کا کتنا کرم ہے! اس کا اندازہ سبھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی خدا کا صفاتی نام ہے۔ غور فرمائیے! اس کی صفت اور اس کی ادا کا یہ صرف ایک پہلو ہے! خود ذات پاک کیا ہوگی؟ کون اس کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے؟

۸؎ اَلْعٰلَمِیْنَ (تمام جہان) عالم کی جمع ہے۔ ماسوی اللہ جو کچھ ہے، سب کو عالم کہتے ہیں۔ ذروں سے لے کر مہیب پہاڑوں اور ستاروں تک، حقیر سے مچھر سے لے کر ہاتھی اور اس سے بھی بڑے دیو ہیکل جانوروں تک سبھی جدا جدا عالم ہیں، اس لیے عالمین کہا گیا ہے یعنی جتنے بھی عالم ہیں، ان سب کا جو روزی رساں اور رب ہے، اسے اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے مفہوم میں "مساوات" کا تصور بھی پنہاں ہے، لیکن سوشلسٹ کی مساوات کا نہیں، خدائی مساوات کا۔ کیونکہ اس میں یک گونہ "مساوات" بھی ہے اور بقدر فرق مراتب خصوصی امتیاز بھی۔ چیونٹی اور ہاتھی، ذرہ اور پہاڑ، رائی اور مہیب سیاروں کو ان کی طبعی حیات اور بقا کے لیے جتنا اور جیسا کچھ مل رہا ہے، یکساں نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے ____

۹؎ اَلرَّحْمٰنِ (بڑی عنایات اور رحمتوں والا) خدا کی ربوبیت عامہ اور خاصہ اور اس کی یہ ساری کرم نوازیاں اور مہربانیاں، اس لیے نہیں ہیں کہ وہ بندوں کے ووٹوں سے خدا بنا ہے، لہٰذا بندوں کا حساب بھی اسے چکانا ہے، یا کسی نے اتنی کمائی کر لی ہے کہ بس اسے خرید ہی لیا ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ اس لیے اور صرف اس لیے لطف و کرم کی یہ بارش کر رہا ہے کہ، اس کے لطف و کرم اور عنایات کے بحر بے کنار کا سیلاب تھمتا ہی نہیں۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ، جل جلالہ۔

۱۰؎ اَلرَّحِیْمِ (لازوال اور خصوصی عنایات والا) یعنی بیرنگ جذباتی نہیں ہے، کیونکہ وہ اس سے پاک ہے، رحمت پر مبنی ہے، لازوال ہے اور خدا کی قدردانی کا مظہر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○

جو روزِ جزا کا مالک ہے

لله مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (جو روزِ جزا کا مالک ہے) دنیا کا یہ گھروندا بچوں کا کھلونا نہیں کہ بنایا بن گیا، ڈھایا ڈھ گیا، جوڑا جڑ گیا، توڑا ٹوٹ گیا اور بات آئی گئی ہو گئی! بلکہ یہ ایک قافلہ ہے جو طوعاً و کرہاً، ایک مقصد اور حکمت کے تحت، ایک حتمی اور متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے، جہاں پہنچ کر ہر ایک پورا پورا اپنے "سفرِ حیات" کا انجام دیکھے گا۔ اچھا رہا تو اچھا، بُرا رہا تو بُرا۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، کہہ کر اسی "حقیقتِ منتظر" کی طرف توجہ دلائی کہ: جو دنیا خود رواں دواں ہے تمہیں اس میں کہاں رہنا ملے گا۔ یہ سفر کافی لمبا ہے، منزل بہت دور ہے، جو سو گئے رہ گئے، جو خالی ہاتھ پہنچے یا متاع کا سودا لے کر سدھارے وہ مارے گئے۔ مانا! وہ بڑی رحمتوں والا ہے، پر اپنے اندر ہی کوئی کشش نہ ہوئی تو خاک کسی کو پیار آئے گا، رحمٰن و رحیم کے معنی، استحقاق سے بڑھ کر قدردانی کے ہیں، اگر سرے سے استحقاق کا خانہ ہی خالی رہا تو اس سے "بڑھ کر" کی توقع کوئی کیسے کرے گا؟

مالک تو وہ آج بھی ہے، لیکن "میری تیری" کی آوازیں ابھی آتی ہیں، کل یہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیں گی، اس لیے واقعتہ کے ساتھ عملاً بھی یہ سارے سہارے، سہارے اور حوصلے غائب ہوں گے اور صرف اسی ذاتِ برحق کا نقارہ بجتا ہو گا۔ اسباب و علل کی یہ سب کڑیاں معدوم ہو جائیں گی، کہیں سے کوئی صدا نہیں اٹھے گی کہ "میں"! بلکہ چار دانگ عالم یہی سنائی دے گا کہ: الٰہی! تو ہی تو هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، اپنی اصلی شان میں اس دن جلوہ گر ہو گا جس کا سبھی لوگ مشاہدہ اور احساس کریں گے۔ آواز دینے پر بھی کوئی آواز نہیں آئے گی، بالآخر اسی کے نام کا بگل بجے گا، جس کا باقی رہا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (قرآن

اساتذہ کرام توجہ فرمائیں

پاکستان میں علم حدیث کے موضوع پر زیرِ ترتیب کتاب کے لیے دینی مدارس کے اساتذہ حدیث کے کوائف مطلوب ہیں۔

سید عطاء اللہ شاہد کاکاخیل ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول تہکال بالا پشاور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ